ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ن۔م راشد کا لسانی شعور

ڈاکٹر صائمہ اسلم،
اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور لیڈز یونی ورسٹی، لاہور
ڈاکٹر غلام یٰسین،
اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور لیڈز یونی ورسٹی، لاہور
ڈاکٹر عثمانیہ سلطانہ

Abstract:

N. M. Rashid's poetry represents a linguistic evolution in Urdu literature, marked by innovative use of themes, emotions, and stylistic devices like metaphors, similes, and symbols. His unique style stands out in both phonetic and syntactic structures, introducing new linguistic expressions and idioms. Rashid's subtle use of literary devices enhances the aesthetic quality of his work, making it a rich tapestry of eloquence. His mastery of rhetorical skills brings depth and refinement to his poetry. Additionally, Rashid's work reflects the global cultural influences of his era, incorporating international references and modernizing the Urdu language. His contributions to the language are pivotal in shaping contemporary Urdu literature. Through his work, Rashid succeeded in blending classical and modern elements. His poetry continues to inspire and influence Urdu literary discourse.

مقالہ:

زبان کی عہد بہ عہد ترقی اور مختلف ادوار میں اس کی نشو و نما کا مطالعہ کیا جائے تو کلامِ راشد مختلف اعتبار سے نئے تجربات کی شاعری ہے۔ راشد نے موضوع و مواد، فکر و خیال اور جذبہ و احساس کے ساتھ ساتھ علامات، تشبیہات، استعارات اور اصطلاحات کے حوالے سے بھی شاعری کو جدت سے آشنا کیا۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ شاعری کا حسن و جمال محاسنِ شاعری کے جن مختلف عناصر پر مشتمل ہوتا ہے، ان کا اظہار کلامِ راشد میں بہت عمدگی سے ملتا ہے۔ اگر لسانی حوالے سے راشد کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو بہ خوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ راشد کا اسلوب نہ صرف صوتی اور لفظی سطح پر انفرادی شان لیے ہوئے ہے بل کہ نحوی سطح پر بھی ایک منفرد اسلوب ہے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ راشد کے ہاں صرف و نحو، اسما و اماکن، مصادر، عربی و فارسی کے لسانی امتیازات اور لسانی اجتہادات، محاورہ، رمز و کنایہ، سابقے لاحقے، تشبیہات، استعارات، تراکیب سازی اور دیگر لسانی تشکیلات کا غیر معمولی اظہار ملتا ہے۔

ڈاکٹر سہیل عباس خان، راشد کے شعری محاسن کے ضمن میں رقم طراز ہیں:

> ”راشد کی شاعرانہ اپج لفظ و خیال کے گل و لالہ سے نت نئے کوزے بناتی ہے اور وہ شرارے نکالتی ہے کہ جن سے دلوں کے خرابے روشن ہو جاتے ہیں۔۔۔۔ راشد کی شاعری فنی طور پر شاعرانہ اجتہاد کی شاعری ہے اسی لیے انھوں نے شاعری کے روایتی سانچے کو توڑنے والی آزاد نظم کو اظہار کا ذریعہ بنایا، بھلا وہ روایتی صنعت گری کو کیونکر اپناتے لیکن لفظ و معنی کے اس جہاں میں صنائع بدائع کا بھی ایک جہاں آباد ہے۔۔۔۔ راشد کے پاس بھی ایک ایسا خزانہ ہے جس میں مختلف النوع ہیرے جواہرات اور موتی ہیں جو ان کے کلام کی چمک دمک میں بہت اضافہ کرتے ہیں۔“[۱]

صنائع بدائع فن شاعری کی آرائش کا سرمایہ ہیں۔ قدما اسے کلام کا زیور سمجھتے تھے اور علم بدیع کے آغاز و ارتقا کے حوالے سے مولوی نجم الغنی ”بحر الفصاحت“ میں تحریر کرتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

”بدیع ایک علم یعنی ملکہ ہے جس سے چند امور ایسے معلوم ہوتے ہیں جو خوبیِ کلام کا باعث ہوتے ہیں۔۔۔ علم بدیع وہ ہے جس سے کلام بلیغ کی عارضی خوبیوں کا حال معلوم ہوتا ہے۔۔۔اول جس نے ان قواعد کا نام علمِ بدیع مقرر کیا، عبداللہ بن معتز عباسی ہے کہ ۲۷۴ہجری میں اس نے علمِ بدیع کے قواعد اختراع کر کے ایک مستقل علم مقرر کیا۔اس نے ایک کتاب میں سترہ قسم کی صنائع لکھی تھیں۔ پھر پیچھے آنے والے اس پر اضافہ کرتے گئے۔“[۲]

راشد کے کلام میں ان کے استعمال سے ایسے ایسے مفاہیم پیدا ہوئے ہیں کہ ذہن کے دریچے کھلتے چلے جاتے ہیں جب کہ کلامِ راشد میں ان کے استعمال کی شعوری کوشش نہیں ملتی لیکن کلام میں بے شمار صنعتوں کا غیر محسوس استعمال ملتا ہے۔ کلام راشد کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ لفظی صنعت گری کے میدان میں راشد کسی سے کم نہیں۔

سید عابد علی عابد کی رائے ملاحظہ کیجیے:

”مشرقی ادبیات میں بدیع وہ فن ہے جو تزئین و تحسینِ کلام سے بحث کرتا ہے اور اس کے گر سکھاتا ہے۔۔۔اس علم کی قدر حسن ہے یعنی اس کا مقصد یہ ہے کہ کلام میں عناصرِ جمال کی نشان دہی کرے اور تخلیقِ حسن کے گر سکھائے۔“[۳]

بلاغت کی کتابوں میں موجود تمام صنعتیں تو کلامِ راشد میں موجود نہیں، البتہ بیش تر صنعتوں سے کلامِ راشد مزین ہے۔ان میں لفظی و معنوی صنائع و بدائع کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔اول الذکر صنائع لفظی ہے جس کی اہمیت صنعت تجنیس تام ہے جس کی مختلف قسمیں کلام راشد میں دکھائی دیتی ہیں۔

کلام میں ایسے الفاظ کا لانا جن کے ایک دوسرے سے ایک حرف کم یا زیادہ ہوں، تجنیس زائد و ناقص کہلاتی ہے[۴]، مثلاً:

مضطرب لیکن مذبذب طفلِ کم سن کی طرح
آگ زینہ، آگ رنگوں کا خزینہ

زینہ اور خزینہ میں ایک حرف کا فرق ہے

تجنیس مذیل سے مراد ایسی صنعت ہے جس میں کلام میں دو ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں جن میں ایک کے آخر میں دو حروف زیادہ ہوں۔

جن پیڑوں میں سورج نے ڈالی اپنی کرنیں
وہ صدیوں کے اندھے پیڑ ہیں اندھے جنگل میں

پیڑوں اور پیڑ میں دو حرفوں کا فرق واضح ہے

تجنیس لاحق: کلام میں دو الفاظ جن میں ایسے حروف کا مختلف ہونا جو قریب المخرج یا متحد المخرج نہ ہوں۔ مثلاً:

یہ دروازہ کیسے کھلا؟ کس نے کھولا؟ (کھلا اور کھولا میں تجنیس لاحق ہے)۔

تجنیس محرف: کلام میں دو لفظوں کا ایسا استعمال جو عدد اور ترتیب حروف سے مشابہ ہو لیکن حرکات و سکنات یعنی اعراب کے لحاظ سے مختلف ہو۔ مثلاً:

میں اور تم اس رات میں غم گیں و پریشاں
اک سوزشِ پیہم میں گرفتار ہیں دونوں

مندرجہ بالا دونوں مصرعوں میں ”میں“ اور ”میں“ کی صورت میں تجنیس محرف پائی جاتی ہے۔

صنعتِ اشتقاق: کلام میں ایک ماخذ اور ایک اصل کے چند الفاظ لانا اس طرح کہ ان لفظوں میں معنوی لحاظ سے بھی اتفاق ہو یعنی وہ ایک ہی مادہ یا مصدر سے مشتق ہوں۔ کلام راشد میں اس کا خوب صورت نمونہ ملاحظہ کریں:

اجل سے ہنسو اور اجل کو ہنساؤ
آدمی ہنسے دیکھو شہر پھر بسے دیکھو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اس شعر میں ''ہنسو، ہنسے اور ہنساؤ'' ایک مادہ سے ماخوذ ہیں۔

صنعت سیاق الاعداد: کلام میں اعداد کا ذکر کرنا خواہ ترتیب سے خواہ بے ترتیب ہو۔ راشد کے کلام میں اس صفت کی جھلک مختلف انداز میں دکھائی دیتی ہے:

کہ اب سے ہزاروں برس کے بعد کی داستانوں میں

زندہ ہو ایک بار پھر نام میرا۔۔۔

کبھی ایک دو اور کبھی سینکڑوں آتشیں جام۔۔۔۔

تو جب سات سو آٹھویں رات آئی۔۔۔۔

صنعتِ ترصیع: کلام میں چند اجزا دوسرے ٹکڑے سے وزن و صوت اور آہنگ میں مشابہ ہوں۔ مثلاً:

اجل ان سے مل

کہ یہ سادہ دل

نہ اہل صلوۃ اور نہ اہل شراب

نہ اہل ادب اور نہ اہل حساب

صنعت ذو قافتین: یہ کلام میں دوہرے قوافی کا التزام کرنا۔ مثلاً:

آگ آزادی کا دل شادی کا نام

آگ پیدائش کا افزائش کا نام

اس شعر میں ''آزادی''، ''دل شادی''، ''پیدائش'' اور ''افزائش'' کی شکل میں صنعت ذو قافتین موجود ہے۔

صنعت قطار البعیر: اس کا لفظی مطلب اونٹوں کی قطار ہے یعنی شعر کے پہلے مصرع کا جو آخری لفظ ہو وہی دوسرے مصرع کا پہلا لفظ بھی ہو۔ کلامِ راشد سے ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

تو نے وہ ساری نگل ڈالی ہے رات

رات ہم ہنستے رہے اے ریت

صنعت رد العجز علی الصدر: کلام میں جو لفظ مصرع ثانی کے عجز یعنی آخر میں آئے وہ لفظ صدر یعنی مصرع اول میں لایا جائے۔ مثلاً:

سلجھاؤ اپنی تمنا کے ژولیدہ تار

ستاروں کی کرنوں کے مانند سلجھاؤ

صنعت رد العجز علی العروض: کلام میں مصرع ثانی کے جزوِ آخر میں جو لفظ آئے وہی لفظ مصرع اول کے جزو آخر میں لایا جائے۔ راشد کے کلام میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن میں سے ایک حسبِ ذیل ہے:

کچھ خواب کے مدفون ہیں اجداد کے خود ساختہ اسمار کے نیچے

اجڑے ہوئے مذہب کہ مینارِ ریختہ اوہام کی دیوار کے نیچے

صنعت لزوم مالا یلزم: کلام کے پہلے مصرع میں کوئی امر بیان کرنا اور دوسرے مصرع میں چند مثالیں بیان کرنا جو پہلے امر سے متعلق ہوں یا کسی غیر ضروری امر کو شعر میں حسن پیدا کرنے کے لیے لازم ٹھہرا لینا، صنعت لزوم مالا یلزم کہلاتی ہے۔ مثال ملاحظہ کیجیے:

جہاں فلسفی نے دیکھا تھا اپنے خواب سحر گہی میں

ہوائے تازہ گشتِ شاداب و چشمِ جانفروز کی آرزو کا پرتو

اور اس شام جشن عروسی میں

حسن و مے ور قص و نغمہ کے طوفان بہتے رہے تھے

صنعت فوقانیہ یا فوق النقاط: کلام میں ایسے الفاظ لانا کہ تمام حروف کے نقاط اوپر آئیں، جیسے :

وہ تو زندہ لوگوں کے ہم قدم

وہ توان کے ساتھ

صنعت تحت النقاط: کلام میں ایسے الفاظ لانا کہ تمام حروف کے نقاط نیچے ہوں۔ مثلاً:

گلوں کے بیم ور جامیں

جو ہم جسموں میں محبوس ہیں

صنعت عاطلہ: کلام میں ایسے الفاظ لانا جن کے تمام حروف غیر منقوط ہوں۔ مثال کے طور پر:

دھوم دھام ہو رہی ہے

صنعتِ ملمع: اس صنعت کو ذو لسانین بھی کہتے ہیں۔ کلام میں ایک سے زیادہ زبانوں کا استعمال کرنا، صنعتِ ملمع کہلاتی ہے۔ مثلاً:

ہمیں معمری کے خواب دے دو

کہ سب کو بخشیں نقدِ ردوقِ نگہ تبسم۔۔۔۔

شہر کے گوشوں میں ہیں بکھرے ہوئے

پاشکستہ سر بُریدہ خواب۔۔۔۔

صنعت تنسیق الصفات: اس صنعت میں کلام میں کسی چیز یا شخص کے متعلق کئی صفات بیان کی جاتی ہیں، جیسے:

عجم، وہ مرزِ طلسم ورنگ و خیال و نغمہ

عرب۔ وہ اقلیم شیر و شہد و شراب و خرما

یہ عماراتِ قدیم، یہ خیاباں، یہ چمن، یہ لالہ زار

مندرجہ بالا متن میں عرب و عجم کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

صنعت تکرار: کلام میں الفاظ کی بر محل تکرار، جس سے کلام میں حسن پیدا ہو، صنعت تکرار، تکریر کہلاتی ہے، جیسے:

جس کے لب پر ہے صدا تو جو نہیں اور سہی اور سہی اور سہی

خواب لے لو خواب

میرے خواب۔۔۔۔ خواب۔۔۔۔ میرے خواب

صنعت خیفا: اس کا لغوی معنٰی ہے، ایسی عورت جس کی ایک آنکھ نیلی اور دوسری سیاہ ہو۔ اصطلاح میں شعر یا نثر میں علی الترتیب ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جس میں پہلا لفظ منقوطہ اور دوسرا غیر منقوطہ حروف پر مشتمل ہو، مثلاً:

تو مرے ساتھ مری جان کہاں جائے گی؟

واسع الشفتین: کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جنھیں بولتے ہوئے ایک ہونٹ دوسرے ہونٹ سے نہ ملے، مثلاً:

رات شیطانی کی تو کیا ہوا

صوت ورنگ و نور کا وہ رجز گاؤ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

واصل الشفتین: کلام میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جنھیں ادا کرتے ہوئے ایک ہونٹ دوسرے ہونٹ سے مل جائے، مثال کے طور پر:

مرگِ اسرافیل پر آنسو بہاؤ

وہ مجسم زمزمہ

صنعت طباق، تضاد: اس صنعت کو صنعت مطابقت اور تناقض بھی کہتے ہیں۔ اصطلاح میں کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کرنا جو معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ہوں، مثلاً:

نہ کبھی سرد نہ گرم اور نہ کبھی سخت نہ نرم

کبھی رو لیتے ہیں مل کر کبھی گا لیتے ہیں

اور مل کر کبھی ہنس لیتے ہیں

کبھی سائے آ کے سکڑ گئے کبھی اور بڑھتے چلے گئے

صنعت تدبیج: اس کے لغوی معنی آراستہ کرنا کے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد کلام میں کوئی مطلب بہ طریق کنایہ یا الہام کے رنگوں میں بیان کیا جائے، جیسے:

وقت کے چہرے کا رنگ جو کبھی قرمز، کبھی زرد، کبھی لاجورد۔۔۔۔

اور دیوار پہ ٹوٹے ہوئے شیشوں کی قطار

نیلگوں، سرخ، طلا رنگ، سیاہ، کس عرق ریزی سے ہمت سجائی تھی کبھی

صنعتِ مراعاۃ النظیر: اسے صنعت تناسب یا توفیق بھی کہا جاتا ہے۔ جب کلام میں چند ایسی چیزوں کا ذکر کیا جائے جن کی آپس میں سوائے تضاد کے کوئی اور نسبت ہو، مثلاً:

آگ پیدائش کا، افزائش کا نام

آگ کے پھولوں میں نسرین، یاسمین، سنبل، شفق، نسترن

پھولوں میں نسرین، یاسمین، سنبل، شفق و نسترن سب ایک ہی قبیل کے ہیں۔

جانتا ہوں کہ اس آسمان پر

بہت چاند، سورج، ستارے ابھر کر

جو اک بار ڈوبے تو ابھرے نہیں ہیں

آسمان پر چاند، سورج اور ستارے صنعت مراعاۃ النظیر کی مثال ہیں۔

صنعت تعجب: کلام میں کسی چیز پر تعجب اور حیرت کا اظہار کرنا، صنعت تعجب کہلاتی ہے۔ راشد کی نظم ''وزیرے چنیں'' سے مثال ملاحظہ ہو:

کسی اور حیوان کا مغز لے کر لگا دوں

تو دلاک نے رکھ دیا

دانیالِ زمانہ کے سر میں

کسی بیل کا مغز لا کر

صنعت تتابع: کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ جن میں سے ایک کی متابعت کی وجہ سے دوسرا آئے یا ایک سبب سے جو نتیجہ پیدا ہو وہی دوسرے نتیجہ کا سبب ہوتا جائے، مثال کے لیے راشد کی نظم ''سمندر کی تہ میں'' کا مطالعہ کیجیے:

سمندر کی تہ میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

سمندر کی سنگین تہ میں

ہے صندوق۔۔۔

صندوق کی ایک ڈبیا میں ڈبیا۔۔۔

ڈبیا۔۔۔

میں کتنے معانی کی صبحیں۔۔۔۔

وہ صبحیں کہ جن پر رسالت کے در بند

اپنی شعاعوں میں جکڑی ہوئی

کتنی سہمی سی ہوائیں

صنعت لف ونشر: لف کے معنی ہیں؛لپیٹناجب کہ نشر کے معنی پھیلانا۔اصطلاح میں صنعت لف ونشر سے مراد اول توچند چیزوں کو بیان کرنا پھران کی مناسبت سے چیزوں کی وضاحت کرنا۔ جیسے:

پابجولاں میرے جسم وروح تیرے سامنے

اوردل پر تیری آنکھوں کی گرفت ناگزیر

صنعت جمع: کلام میں کئی ایک چیزوں کوایک حکم کے تحت جمع کرنا پھران سب کے لیے ایک ہی قید یا شرط یا حکم لگانا، صنعت جمع کہلاتا ہے، مثلاً:

ہم اس یقین سے ہم اس عمل سے ہم اس محبت سے

آج مایوس ہو چکے ہیں

صنعت ایرادالمثل: اصطلاح میں اس سے مراد کلام میں کسی ضرب المثل کو باندھنا ہے۔ راشد کی نظم ''ہمہ اوست'' سے ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

اس ولایت میں ضربِ مثل ہے

کہ اونٹوں کی سوداگری کی لگن ہو

توگھران کے قابل بناؤ

صنعت عکس: کلام میں بعض اجزا کو یا الفاظ کو اس طرح بدلیں کہ جو پہلے ہو وہ آخر میں آجائے اور جو آخر میں ہو وہ پہلے آجائے۔ مثال کے طور پر:

دوستی کچھ دشمنی اور دشمنی کچھ دوستی

صنعت مبالغہ: کلام میں کسی امر کو شدت وضعف میں اس حد تک بیان کرنا جو بعید از قیاس ہو، صنعت مبالغہ کہلاتی ہے۔ مثلاً:

مرگِ اسرافیل پر آنسو بہاؤ

وہ خداؤں کا مقرب وہ خداوند کلام

سلیماں سر بزانو اور سبا ویراں

سلیماں سر بزانو، ترش رو غم گین، پریشاں ہو

صنعت سہل ممتنع: کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو بہ ظاہر بہت آسان ہوں مگر اس جیسا شعر کہنا دشوار ہو۔ان الفاظ کی کلام میں ترتیب اس طرح ہوتی ہے کہ اسے نثر میں تبدیل کرنا مشکل ہوتا ہے، جیسے:

زندگی سے ڈرتے ہو

زندگی تو تم بھی ہو زندگی تو ہم بھی ہیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

آدمی سے ڈرتے ہو

آدمی تو تم بھی ہو آدمی تو ہم بھی ہیں

صنعت معجمہ: کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جس کے تمام الفاظ نقطہ دار ہوں، مثلاً:

یہ ستر اپنا عیوب اپنے سنوارتے ہیں

صنعت سوال وجواب: کلام میں سوال وجواب کا لانا، مثلاً:

لوگ حیرت سے پکار اٹھے یہ کیا لائے تم

وہی جو دولتِ نایاب تھی کھو آئے تم

ہم ہنسے ہم نے کہا، دیوانو!

مشرقی شعریات میں علم بیان کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ علم بیان، کلام میں فنی لوازمات اور خصوصیات تلاش کرنے اور بیان کرنے کا وسیلہ ہے۔ اس سے نظم لطیف اور رنگین ہو جاتی ہے۔ یہ علم نظم ونثر دونوں کو سنوارنے اور نکھارنے کا باعث بنتا ہے۔ راشد نے اپنے کلام میں علم بیان کی چاروں صورتوں یعنی تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ کو موثر طور پر برتا ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ راشد نے اس علم کی وساطت سے اپنے کلام میں رعنائی اور لطافت پیدا کرنے کی کوشش کی جس میں وہ کام یاب رہے۔ ڈاکٹر عنبرین منیر کا خیال ہے:

> ''جدید نظم گو شعرا میں ن۔م راشد ان میں سے ایک ہیں جنھوں نے محض معنی کی دنیا میں کھو جانے کے بجائے فن کی دنیا کا بھی ساتھ دیا ہے اور معنی کے ساتھ کلام میں فطری طور پر در آنے والے محاسنِ کلام کا راستا نہیں روکا۔ خاص طور پر تشبیہ واستعارے کے بر محل اور دل کش استعمال میں راشد اپنے ہم عصروں میں ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے ہاں تشبیہ واستعارہ میں جدت کا پہلو نمایاں ہے جو ایک طرف تو ان کی شاعری کی دل کشی اور معنی آفرینی میں معاون ہے اور دوسری طرف ان کے مزاج اور فکر کی عکاس ہے۔''[۵]

آیئے! راشد کی شاعری میں تشبیہ کی چند متنوع صورتیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

راشد نے نظم ''پیرو'' میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ حروف تشبیہ میں سے ایک حرف ''طرح'' کی مثال ملاحظہ کیجیے جس میں وہ اپنے محبوب کو اپنی روح اور اپنے جسم جتنی اہمیت دے رہا ہے:

اپنے جسم وروح میں ''میں'' کی طرح پالوں تجھے

راشد کی نظم ''کلام ہنس نہیں رہا'' سے ایک مثال دیکھیے:

کلام اب پگھل رہا ہے رفتہ رفتہ

ان دلوں کی شمع کی طرح

جو جل چکے، جلا چکے

نظم ''تمنا کے تار'' میں راشد نے انسان کو اپنی بکھری اور الجھی ہوئی خواہشات کو سلجھانے کی ترغیب دی ہے، ملاحظہ کیجیے:

سلجھاؤ اپنی تمنا کے ژولیدہ تار

ستاروں کی کرنوں کی مانند سلجھاؤ

راشد، استعارہ کی اصل روح اور اس کی فنی غرض وغایت سے بہ خوبی آگاہ تھے۔ نظم ''زنجیر'' میں ''پیلۂ ریشم'' کا بلیغ استعارہ موجود ہے:

۔۔۔۔سے تو بھی پیلۂ ریشم نکل

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

وہ حسین اور دور افتادہ فرنگی عورتیں
تو نے جن کے حسنِ روز افزوں کی زینت کے لیے
سالہا بے دست و پا ہو کر بنے ہیں تار ہائے سیم و زر
ان کے مردوں کے لیے بھی آج اک سنگین جال
ہو سکے تو اپنے پیکر سے نکال

ڈاکٹر آفتاب احمد ''پیلۂ ریشم'' کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''یہ استعارہ ایک تخلیقی کارنامہ ہے۔اس کی بھرپور معنویت اسی سے ثابت ہے کہ اس میں قوم کی تاریخ کا پورا دور بند ہے۔''[۶]

راشد نے علم بیان کی دیگر صورتوں کی طرح مجاز مرسل کو بھی اپنی شاعری میں بڑے دل کش انداز میں پیش کیا۔ نظم ''اظہار اور رسائی میں'' کے ایک مصرع ''آدمی کس سے مگر بات کرے؟'' میں ''آدمی'' کل ہے مگر اسے جزو کے طور پر استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ زبان، جو انسانی جسم کا ایک جزو ہے، بات کرتی ہے نہ کہ پورا آدمی۔

مذکورہ نظم کے ایک اور مصرع ''آدمی سوچتا رہ جاتا ہے'' میں آدمی ایک کل کی حیثیت رکھتا ہے جب کہ انسانی جسم کا ایک حصہ یعنی دماغ سوچتا ہے۔

علم بیان کا چوتھا ستون ''کنایہ'' دراصل پوشیدہ طور پر بات کرنے کا دوسرا نام ہے جس سے کلام میں لطافت، تاثیر اور جدت پیدا ہوتی ہے۔ راشد کی نظم ''اندھا کباڑی'' میں اندھا کباڑی کا کردار بصیرت کا کنایہ ہے۔ وہ بے بصیرت لوگوں کو خواب دینا چاہتا ہے اور خواب بھی وہ جو دل کی بھٹی میں بلا معاوضہ تپائے ہوئے سونے کے خواب ہیں۔ جب کہ نظم ''تیل کا سوداگر'' میں ''بوڑھے سوداگر'' کا کردار مہارت اور کاری گری کا کنایہ ہے۔

راشد نے اپنے کلام کو بہت سی خوب صورت تراکیب سے مزین کیا ہے جن میں سیلابِ رواں، سحرِ ازل، شریکِ کار، نقشِ پا، آلامِ جاں گزا، اشتراکِ گراں سہا، شامِ پیری، خارِ مغیلاں، دشتِ بے آب و گیاہ، حیلۂ شب خوں، سینۂ نخچیر، گوشۂ باطن، کامرانیِ نَو، گوشۂ زنجیر، خیر و شر، شب ہائے تار، حجلۂ خاک، درمعبد، کفش پا، غم دیدہ، دور افتادہ، چشم و گوش، حلقہ در حلقہ، پارہ پارہ، روزنِ در، تیرہ بخت، بیش بہا وغیرہ۔

راشد کی زبان کے بارے میں ڈاکٹر آفتاب احمد اپنے مضمون ''شاعروں کا شاعر'' میں لکھتے ہیں:

''راشد کے مزاج کی کلاسیکیت اس کے لغت اور انتخابِ الفاظ سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔اس کے ہاں فارسیت کا اثر غالب ہے بل کہ فارسی الفاظ و تراکیب نے وہ زور باندھا ہے کہ اسے دیکھتے ہوئے یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ راشد نے اردو میں فارسی شاعری کی ہے۔''[۷]

عالم گیریت کی بڑھتی ہوئی تہذیبی آمیزش کے اثرات اردو ادب پر بھی مرتسم ہوئے ہیں۔ عصرِ حاضر کے شعرا کے ہاں بین الاقوامی زبانوں کے اسما و افعال، مختلف ممالک میں رونما ہونے والے واقعات اور دنیا کی اہم شخصیات کا ذکر ملتا ہے۔ راشد بھی اس نئی لہر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انھوں نے اردو کو عالمی اور نئے رجحانات سے روشناس کرایا۔ کلامِ راشد میں ایسے اسما و اماکن کی بھرمار نظر آتی ہے، جن کا تعلق عالمی نظامِ حیات سے ہے۔ نمونے کے طور پر چند امثلہ پیش کی جا رہی ہیں۔

نظم ''بے چارگی'' میں اہم شخصیات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

یزید ایک قلہ تنہا پر اپنی آگ میں سوزاں
ابو جہل اژدہا بن کر۔۔۔۔
بہاءاللہ کے جسمِ ناتواں کا ہر۔۔۔۔
زلیخا، ایک چرخ نور و رنگ آرا۔۔۔۔
ژواں ملاج، سرمد۔۔۔۔

ستالن، مارکس، لینن روے آسودہ۔۔

غلام احمد کی برفانی نگاہوں کی

اسی ضمن میں چند نظموں کے عنوانات ملاحظہ کیجیے:

نمرود کی خدائی، سباویراں، ابولہب کی شادی، اسرافیل کی موت، سومنات، میر ہو، مرزا ہو میرا جی ہو، رضا شاہ۔۔۔ تجھ پر سلام اجنبی کا، خیاباں سعدی میں، یہ نوشیر وانِ عادل کی دادگاہیں، وہ تمام چوہے جو شاہ دولا کے ارجمند، وزیر معارف علی کیانی نے۔۔۔ اور محسن فرح زاد کی تازہ تصنیف دیکھی۔

مزید اہم شخصیات میں بانو رضا سیہانی، غزنوی، نادر، کسریٰ، فغفور، کیخسرو، کیقباد اور دیگر کے اسما خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مقامات میں برزخ، جہنم، بہشت، پاتال، حلب، بغداد، صحرا، عجم، مشرق، مغرب، مصر، ہند، نجد، ایران، ہندوستان، عرب، یونان، سبا، یورپ، پاریس، روس، بخارا، سمرقند، طہران، مشہد، شیراز، سومنات، امریکہ، افریقہ، ایشیا شامل ہیں۔

دریاؤں اور نہروں میں راشد کے کلام میں زنجیل، رودِ دجلہ، گرائے فانوس، نیل کا تذکرہ موجود ہے۔ جب کہ پہاڑوں میں البرز، الوند، کوہ قاف، قفقاز، ہمالہ کا ذکر شامل ہے۔ رنگوں میں زرد، سرخ، نارنجی، حنائی، نیلی سیاہی، نیل گوں، طلا رنگ، سیاہ، کبود رنگ، بنفشی کا تذکرہ راشد نے اپنی شاعری میں کیا ہے۔

انسان کی جسمانی اعضا میں سے مساموں، پوروں، بانہوں، نگاہوں، لبوں، دنداں، دست و بازو، گردن، رانوں، پستان، گیسوؤں، ناخنوں، پاؤں، سینے، مژگاں، چہرہ، گلو، رگ و پے، کولھے اور مغز کا ذکر راشد کے کلام میں موجود ہے۔

راشد نے گل و یاسمین، برگ و گل، گل و تاک، برگد، سمن و گلاب، عشقِ پیچاں، سیمیں پھول، دیودار کے پیڑ، گل ہائے نسرین، سرو و صنوبر، شفق، نسترن اور سنبل جیسی نباتات کا ذکر بھی کیا ہے۔

اشیاے خور و نوش میں سے مے ناب، روٹی، عناب، آب و نان، گندم، شراب، نمک، قہوہ، نانِ جویں، پنیر، شکر کا تذکرہ بھی کلام راشد کی زینت ہے۔

موسیقی اور اس کے لیے مستعمل آلات میں سے زمزمے، جلترنگ، نورس، دف، دہل، بربط، سنتور و تار نے کا ذکر بھی موجود ہے۔

اصطلاحات پیشہ وراں میں سے گدا پیشہ، ملاح، چور، کباڑی، کوزہ گر، کیمیا گر، شاطری، عطار، معمار، فوجی، صنعت گر، جاروب کش کا ذکر بھی کلامِ راشد میں شامل ہے۔

جان وروں میں اژدہا، تتلی، سانپ، قرمز، چوہا، بھیڑیا، بلی، ہاتھی، گدھا، ناگن، پتنگا، مکڑی، کتا، بوم، عنکبوت، سنجاب، سمور، چھپکلی، ناگ، چیل، گائے، کرگس، عنقا، مار، عندلیب، بیل، آہو، مور، ملخ، اسد، ثور، پیلہ ریشم، نہنگ جیسے جانوروں کو بھی راشد نے اپنے کلام کی زینت بنایا ہے۔

راشد نے اپنے کلام میں نت نئے الفاظ و تراکیب سے معنویت کا ایک نیا جہان پیدا کیا ہے۔ عام فہم حروف کی مدد سے راشد نے سابقے اور لاحقے تشکیل دیے ہیں جو ان کے شعری اور لسانی شعور کے غماز ہیں۔ سابقہ کی چند امثلہ دیکھیے:

بے۔ بے ساختہ قہقہوں، ہم سوں سے

ایک ہی روح بے مال زندانوں میں

یک: یک دلی ایسی ہوئی کہ ہو گی فہم انسان ورا

خود: خود کلامی کے یہ چشمے تو کسی وادی فرحاں میں نہ تھے

ہم: اور کچھ ایسے بھی ہیں جو رات دن کے ہم پیالہ، ہم نوالہ

راشد کے کلام میں امدادی افعال کی مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں، جیسے:

لینا: معصیت کے جہنموں سے بچا لیا ہے۔

پڑنا: تیرا سفینہ کنارے سے چل پڑا کیسے؟

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

اٹھنا: آدمی جھلک اٹھے۔

سکنا: خدا سے بھی علاج دردِ انسان ہو نہیں سکتا۔

دینا: میرے محبوب مجھے اس پر جانے دے

لاحقوں کی چند شعری امثلہ ملاحظہ کیجیے:

گاہ: ہوا کی گزر گاہ میں اک سیر گاہ

دست: تہی دست اور خاک تیرہ میں غلطاں

شناس: وہ سب خیر کے راہرواں روشناس

گیر۔تاب: اے عشق ازل گیر و ابد تاب

پا: اے گریز پا تو سراب دشت و خلا نہ بن

ن۔م راشد کی شاعری ذخیرۂ الفاظ کا گنجینہ ہے جس میں طلسمِ معنی کا ایک جہان آباد دکھائی دیتا ہے۔ان کے کلام میں فکری و فنی ہر دو لحاظ سے بو قلمونی،ندرت اور تنوع پایا جاتا ہے۔ان کی فکر کے حوالے سے تو بہت سا کام منصۂ شہود پر آچکا ہے مگر ان کے کلام کے فنی محاسن کے ضمن میں تحقیق و تنقید کا دائرہ کچھ زیادہ وسیع نہیں ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سہیل عباس،راشد کی شاعرانہ اپج، مضمون مشمولہ: نور، تحقیق، جلد۳، شمارہ۱۱،جولائی تا ستمبر ۲۰۱۹ء،لاہور،لاہور گیریژن یونی ورسٹی، ص ۲۴۶

۲۔ نجم الغنی، بحر الفصاحت، مرتبہ: قدرت نقوی،لاہور، مجلس ترقی ادب،۲۰۱۷ء، ص ۱۳

۳۔ عابد،عابد علی،البدیع،لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۱ء، ص ۲۴۸

۴۔ نجم الغنی، بحر الفصاحت، مرتبہ: قدرت نقوی،لاہور، مجلس ترقی ادب،۲۰۱۷ء، ص ۱۱

۵۔ عنبرین منیر، وردِ خاک کا نغمہ خواں، فیصل آباد، مثال پبلشرز،۲۰۱۰ء، ص ۵۲

۶۔ آفتاب احمد، ن۔م راشد: شاعر اور شخص،لاہور، ماورا پبلشرز،۱۹۸۹ء، ص ۵۷

۷۔ آفتاب احمد، شاعروں کا شاعر، مضمون مشمولہ: ن۔م راشد: ایک مطالعہ، مصنفہ: جمیل جالبی، کراچی، مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۶ء، ص ۸۵